مدارک التنزیل وحقائق التأویل

(وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت اسلام کے مصادر ومراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس بار مشہور کتاب تفسیر نسفی کا تعارف نذر قارئین ہے)

مولانا نورالرحمن ہزاروی

کچھ صاحب کتاب کے بارے میں: ان کا نام عبداللہ، والد کا نام احمد، دادا کا نام محمود، کنیت ابوالبرکات اور لقب حافظ الدین ہے، ان کی نسبت نسفی ہے، نَسَف جیحون اور سمر قند کے درمیان بلادِ سند کا ایک شہر ہے، وہ نسبت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔امام نسفیؒ انتہائی عبادت گزار، متقی اور زاہد انسان تھے۔ان کا سن ولادت معلوم نہیں ہوسکا۔

(الفوائد البهية: ص۱۰۱، مفتاح السعادة: ۵۷/۲)

علمی مقام: امام نسفیؒ اپنے زمانہ کے یگانۂ روزگار عالم اور ائمہ معتبرین میں سے تھے، تفسیر، فقہ اور اصولِ فقہ میں ان کو امامت کے درجہ میں مہارت حاصل تھی، علم حدیث کے ساتھ بھی ان کو خصوصی شغف تھا، اگر چہ ان کا شمار ائمہ و حفاظِ حدیث میں نہیں ہوتا۔ابن کمال پاشاؒ نے ان کو فقہاء کے چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے، جو روایات ضعیفہ کو روایات قویہ سے جدا کر سکتے ہیں۔بعض نے ان کو مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اجتہاد مطلق کا درجہ ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اسی طرح اجتہاد فی المذہب ان پر ختم ہو گیا ہے۔

اساتذہ: امام نسفیؒ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر اور بلند پایہ محدثین وفقہاء سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ان میں شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری، بدرالدین خواہرزادہ، نجم العلماء علی بن محمد بن علی، حمیدالدین عزیر وغیرہم شامل ہیں۔بعض حضرات جیسے صاحب الجواہر المضیۃ نے کہا ہے کہ امام نسفیؒ نے احمد بن محمد عتابی سے زیادات کی روایت کی ہے (الجواهر المضية: ۲۷۰/۱) مگر علامہ کفویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ خود صاحب جواہر کی تصریح کے مطابق احمد بن محمد عتابی کا سن وفات ۵۸۶ھ ہے، جب کہ امام نسفیؒ کی وفات ۷۰۰ھ کے بعد ہوئی ہے تو ایسی صورت میں امام نسفیؒ کا احمد بن محمد عتابی سے زیادات کی روایت کرنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟

وفات: ان کے سن وفات میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کا انتقال ماہ ربیع الاول ۷۱۱ھ جمعہ کے دن

ہوا۔ (الدرر الكامنة : ۲/۷ ۲۴۷) یہ قول ملا علی قاریؒ، صاحب کشف الظنون وغیرہ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے انتقال ۷۱۰ھ کے بعد ہوا۔ یہ قول علامہ قاسم بن قطلو بغا کا ہے۔ تیسرا قول ۷۱۱ھ کا ہے، یہ قول شیخ حمویؒ کا ہے۔ ان کی تدفین ایذج میں ہوئی جو کردستان کا ایک شہر ہے۔ (القاموس : ۱/۱۷۷)

علمی مآثر: امام نسفیؒ کو متن نگاری میں انتہائی مہارت حاصل تھی، وہ لمبے چوڑے مسائل کو چند الفاظ میں بیان کرنے کا ہنر جانتے تھے، انہوں نے کئی مفید کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کو انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں۔ (۱) كنز الدقائق، یہ فقہ حنفی میں ہے۔ (۲) المنار، یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۳) كشف الأسرار، یہ ''المنار'' کی شرح ہے۔ (۴) الوافي، یہ فروع میں ہے۔ (۵) الكافي، یہ '' الوافي'' کی شرح ہے۔ (۵) شرح منتخب الحسامي۔ (٦) مدارك التنزيل وحقائق التأويل، یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ جو اس وقت ہمارے زیر تبصرہ ہے۔ (الأعلام للزر كلي: ٤/٦٧، ٦٦)

زیر تبصرہ کتاب تفسیر نسفی: زیر تبصرہ کتاب جس کا اصل نام ''مدارك التنزيل وحقائق التأويل '' ہے، ''تفسیر نسفی اور ''مدارک'' کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ امام نسفیؒ تفسیر کے مقدمہ میں وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' قد سألَنِي مَن تَتَعيَّنُ إجابتهُ كتاباً وَسَطًا في التأويلاتِ، جامعاً لوُجوهِ الإعرابِ والقراءات، مُتضَمِّنا لدقائق عِلمَي البديعِ و الإشاراتِ، ليس بالطويلِ المُمِلِّ، ولا بالقصيرِ المخِلِّ، وكنت أقدِّمُ فيه رِجلًا وأؤخِّرُ أُخرىَ؛ استِقصاراً لقوّةِ البشرِ عن دركِ هذا الوَطَرِ، وأخذاً لسبيل الحَذَرِ عن رُكوبِ مَتن الخَطَرِ، حتّى شَرَعتُ فيه بتوفيقِ اللّهِ، والعَوائقُ كثيرة، وأتممتهُ في مدّةٍ يسيرةٍ، وسَمَّيتهُ بمدارك التنزيل وحقائق التأويل......'' (مدارك التنزيل: ١/١٤، ١٣)

یعنی: ''مجھ سے کچھ ایسے ساتھیوں نے جن کو ٹالنا ممکن نہ تھا، مطالبہ کیا کہ ایسی تفسیر لکھوں جو متوسط، وجوہ اعراب اور مختلف اقوال سے مزین اور اہل بدعت وضلال کی غلاظتوں سے پاک صاف ہو، نہ زیادہ طویل ہو اور نہ انتہائی مختصر۔ اس پر میں شش وپنج میں پڑ گیا، کبھی سوچتا لکھوں اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا، کیونکہ یہ ایک ایسا عظیم الشان مقصد ہے جس کے حصول سے انسانی طاقت بے بس ہے، نیز ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں احتیاط کا راستہ اپناتے ہوئے یہ خطرہ مول لینے سے پہلوتہی کر رہا تھا، یہاں تک کہ (شرح صدر ہو جانے کے بعد) میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی ابتداء کی، حالانکہ میرے سامنے کافی رکاوٹیں تھیں اور میں نے یہ تفسیر نہایت کم عرصہ میں مکمل کی اور میں نے اس کا نام رکھا: ''مدارك التنزيل و حقائق التأويل ''

تفسیر نسفی ایک متوسط تفسیر ہے نہ زیادہ طویل ہے کہ قاری کو اکتاہٹ محسوس ہو اور نہ انتہائی مختصر کہ فہم قرآن میں مخل ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک جامع ترین اور عمدہ تفسیر ہے جس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو قرآن کریم کے سمجھنے

کے لئے ضروری ہے، کم الفاظ اور کثیر معانی کو لئے ہوئے یہ ایک ایسی تفسیر ہے جس کا سمجھنا نہایت آسان ہے۔ دکتور محمد حسین ذہبی مرحوم لکھتے ہیں:

"وهوتفسير وسط بين الطول والقصر...... قرأت في هذاالتفسير، فوجدته - كماقلت آنفاً- موجز العبارة، سهل المأخذ." (التفسير والمفسرون :۱/ ۲۰۰،۲۰۱)

یعنی "یہ ایک متوسط تفسیر ہے نہ طویل ہے اور نہ مختصر...... میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اسے مختصر اور آسان فہم پایا۔"

تفسیر نسفی، تفسیر بیضاوی وکشاف کی بہترین تلخیص! تفسیر نسفی پر ایک غائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ امام زمخشریؒ کی تفسیر "الکشاف"، اور امام بیضاویؒ کی تفسیر "أنوار التنزيل وأسرار التأويل" امام نسفیؒ کے سب سے بڑے، اہم اور بنیادی مراجع میں سے ہیں، بل کہ اگر یوں کہا جائے کہ تفسیر مدارک ان دونوں تفاسیر کی بہترین تلخیص اور اختصار ہے تو بے جانہ ہوگا، دونوں تفاسیر سے جن جن گوشوں میں امام نسفیؒ نے اپنی اس تفسیر کی تیاری میں استفادہ کیا ہے، ذیل میں ہم اس پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔

کشاف سے استفادہ پر ایک نظر! امام نسفیؒ نے معتزلی نظریات وافکار کے علاوہ تفسیر کشاف میں امام زمخشریؒ کی تفسیری مساعی سے خوب خوب استفادہ کیا ہے، خصوصاً امام زمخشریؒ نے اپنی تفسیر میں قرآن کریم کے بلاغی پہلو کو جو اجاگر کیا ہے، معانی وبیان سے متعلق قرآن کریم کی بلاغی ثروت کا جو اہتمام کیا ہے اور آیات کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں بلاغی نکتے، محسنات بدیعیہ، استعارات، مجازات اور دیگر علمی فوائد ورموز انہوں نے بیان کئے ہیں، امام نسفیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ تمام خوبیاں سمیٹی ہیں۔ غرض کوئی ایسا علمی وتفسیری نکتہ نہ ہوگا جو امام زمخشریؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہو اور امام نسفیؒ سے وہ رہ گیا ہو، بل کہ کئی مقامات پر تو دونوں کے الفاظ وتعبیرات میں بھی کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱- سورۃ البقرۃ کی آیت کریمہ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أوتسريح بإحسان﴾ کی تفسیر کے ذیل میں امام زمخشری نے فرمایا: الطلاق بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم، أي: التطليق الشرعي تطليقة بعد تطليقةٍ على التفريق دون الجمع والارسال دفعةً واحدةً ،ولم يردبالمرتين التثنية ،ولكن التكرير، كقوله: ﴿ثم ارجع البصر كرتين﴾،أي: كرة بعد كرة، لاكرتين اثنتين،ونحوذلك من التثاني التي يراد بها التكرير، قولهم: لبيك وسعديك، وحنانيك وهذاذيك، ودواليك (الكشاف: ۲۷۳/۱)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام زمخشریؒ نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں: پہلی بات یہ کہ طلاق اسم مصدر ہے جو تطلیق مصدر کے معنی میں ہے، جس طرح سلام اسم مصدر، تسلیم مصدر کے معنی میں ہوتا ہے، دوسری بات طلاق شرعی کا

مفہوم بیان فرمایا کہ طلاق شرعی یہ ہے کہ طلاق یکبارگی تینوں اکٹھی دینے کے بجائے تفریق کے ساتھ یکے بعد دیگرے دی جائے۔ تیسری بات یہ بیان فرمائی کہ یہاں ﴿مرتان﴾ اگرچہ مثنی ہے، مگر اس سے تثنیہ مراد نہیں، بل کہ تکرار مراد ہے، جیسے سورۃ الملک کی آیت کریمہ: ﴿ثم ارجع البصر کرتین﴾ میں ﴿کرتین﴾ سے دوبار نہیں، بل کہ بار بار نگاہ ڈالنا مراد ہے، پھر انہوں نے کچھ مزید ایسی مثالیں دیں جو ہیں تو مثنی، مگر ان سے مراد تثنیہ نہیں، بل کہ تکرار ہے جیسے: لبيك، سعديك، حنانيك، هذا ذيك، دواليك وغیرہ...... یہی تینوں باتیں امام نسفیؒ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں بالکل انہی الفاظ وتعبیرات کے ساتھ بیان فرمائی ہیں، ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

الطلاق بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم، أي: التطليق الشرعي تطليقة بعد تطليقةٍ على التفريق دون الجمع والارسال دفعةً واحدةً ولم يردبالمرتين التثنية ولكن التكرير، كقوله: ﴿ثم ارجع البصر كرتين﴾، أي: كرة بعد كرة، لا كرتين اثنتين، ونحوذلك من التثاني التي يراد بها التكرير، قولهم: لبيك وسعديك، وحنانيك وهذاذيك، ودواليك.

۲-سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ: ﴿أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جٰهدوامنكم ويعلم الصبرين﴾ کی تفسیر کے ذیل میں امام زمخشریؒ نے فرمایا: ﴿أم﴾ منقطعة، ومعنى الهمزة فيها: الإنكار، ﴿ولمايعلم الله﴾ بمعنى: ولما تجاهدوا؛ لأن العلم متعلق بالمعلوم، فنزل نفي العلم منزلة نفي متعلقه؛ لأنه منتف بانتفائه، يقول الرجل: ماعلم الله في فلان خيراً، يريد: ما فيه خيرحتى يعلمه . ولما بمعنى لم، إلاأن فيه ضرباً من التوقع ؛ فدل على نفي الجهاد فيما مضى، وعلى توقعه فيما يستقبل. وتقول: وعدني أن يفعل كذا ولما، تريد: ولم يفعل، وأنا أتوقع فعله. وقرئ ﴿ولَما يعلم الله﴾ بفتح الميم. وقيل: أرادالنون الخفيفة، ولما يعلمَنْ، فحذفها ﴿ويعلم الصابرين﴾ نصب باضمار أن، والواو بمعنى الجمع، كقولك : لاتأكل السمك وتشرب اللبن . وقرأ الحسن بالجزم على العطف. وروى عبدالوارث عن أبي عمرو﴿ويعلم﴾ بالرفع على أن الواوللحال، كأنه قيل: ولما تجاهدواوأنتم صابرون، (الكشاف: ۱/ ٤٢٠)...... اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام زمخشریؒ نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ﴿أم﴾ یہاں منقطعہ ہے اور ہمزہ اس میں انکار کے لئے ہے اور ﴿أم حسبتم﴾ کے معنی ہیں: "لاتحسبوا"۔ دوسری بات یہ ہے کہ ﴿ولما يعلم الله الذين جٰهدوامنكم﴾ کے معنی ہیں: ولما تجاهدوا، گویا علم کی نفی سے معلوم کی نفی مراد ہے، کیونکہ علم کا تعلق معلوم سے ہوتا ہے۔ اور کسی چیز کی بابت علم باری تعالیٰ کی نفی اس چیز کی نفی مستلزم ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں ہوسکتی، اگر وہ چیز ہوتی تو ضرور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی، چنانچہ اگر کوئی کہے: ماعلم الله في فلان خيراً تو اس کی

مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں میں کوئی خیر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی۔ تیسری بات یہ بیان فرمائی کہ ﴿لما یعلم اللہ﴾ میں "لما"، "لم" کے معنی میں ہے، البتہ اس میں توقع کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، نظر برآں یہ زمانہ ماضی میں جہاد کی نفی اور زمانہ مستقبل میں اس کے متوقع ہونے پر دلالت کرے گا۔ چنانچہ اگر کوئی کہے: "وعد ني أن يفعل كذا، ولما" تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ "فلاں نے مجھ سے فلاں کام کا وعدہ کیا تھا، مگر اس نے نہیں کیا، البتہ مجھے اس کے ہونے کی توقع اور امید ہے۔" چوتھی بات یہ ہے کہ ﴿ولما یعلم اللہ﴾ میں ایک قراءت "میم" کے فتحہ کے ساتھ ہے، بعض حضرات کے بقول اس کی اصل "لمایعلمن" ہے، نون خفیفہ کو حذف کر کے اس کے ماقبل فتحہ کو رہنے دیا تا کہ وہ نون خفیفہ کے حذف پر دلالت کرے۔ پانچویں بات یہ بیان فرمائی کہ ﴿ویعلم الصبرین﴾ میں ﴿یعلم﴾ منصوب ہے اور اس کا ناصب "أن" مقدرہ ہے اور واؤ، جمع کے معنی میں ہے، یعنی واؤ، واو صرف ہے، اور یہ کلام "لاتأكل السمك وتشرب اللبن" کے قبیل سے ہے اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے: "کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ تم سے زیادہ جہاد اور صبر دونوں واقع نہیں ہوئے"۔ حسن بصریؒ کی قراءت ﴿یعلم﴾ کے جزم کے ساتھ ہے، اس صورت میں یہ سابقہ ﴿یعلم﴾ پر معطوف ہوگا، جب کہ ابو عمروؒ سے مروی ہے کہ ﴿یعلم﴾ رفع کے ساتھ ہے، اس صورت میں واؤ حالیہ ہوگا اور ﴿یعلم﴾ سے پہلے "ھو" ضمیر مقدر ہوگی، اور ذوالحال ﴿الذین﴾ اسم موصول ہوگا اور مطلب یہ ہوگا: "ولماتجاهدواوأنتم صابرون"...... امام نسفیؒ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی باتیں بیان فرمائی ہیں سوائے چوتھی بات کے جو انہوں نے بیان نہیں فرمائی اور دونوں کی تعبیرات میں بھی یکسانیت ہے سوائے آخری بات کے، کہ اس میں دونوں کی تعبیرات میں معمولی سا فرق ہے، ملاحظہ فرمائیے:

أم منقطعة، ومعنى الهمزة فيها الإنكار، أي: لاتحسبوا ﴿ولما يعلم الله الذين جهدوامنكم﴾ أي: ولما تجاهدوا؛ لأن العلم متعلق بالمعلوم، فنزّل نفي العلم منزلة نفي متعلقه؛ لأنه منتف بانتفائه، تقول: ماعلم الله في فلان خيراً، أي: مافيه خيرحتى يعلمه. ولما بمعنى لم، إلاأن فيه ضرباً من التوقع؛ فدل على نفي الجهاد فيما مضى، وعلى توقعه فيما يستقبل. ﴿ويعلم الصبرين﴾ نصب بإضمار أن، والواوبمعنى الجمع، نحو: لا تأكل السمك وتشرب اللبن، أوجزم للعطف على ﴿يعلم الله﴾. وإنما حركت الميم لالتقاء الساكنين، واختيرت الفتحة لفتحة ماقبلها. (مدارك التنزيل: ۱/۲۵۷)

۳-سورۃ النساء کی آیات کریمہ: ﴿هَاأَنتُمْ هَـٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ○ وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے امام زمخشریؒ نے فرمایا: ﴿ها أنتم هؤلاء﴾: هاللتنبيه في أنتم

وأولاء، وهمامبتدأ وخبر . و﴿جادلتم﴾ جملة مبينة لوقوع أولاء خبراً، كما تقول لبعض الأسخياء: أنت حاتم، تجود بمالك، وتؤثر على نفسك، ويجوز أن يكون "أولاء" اسماموصولاً بمعنى الذين، و﴿جادلتم﴾ صلته، والمعنى: هبوا أنكم خاصمتم عن طعمة وقومه في الدنيا، فمن يخاصمُ عنهم في الآخرة إذاأخذهم الله بعذابه . وقرأ عبدالله: عنه،أي: عن طعمة ﴿وكيلا﴾ حافظاً ومحامياً من بأس الله وانتقامه. ﴿من يعمل سوءاً﴾ قبيحاً متعدياً يسوء به غيره، كمافعل طعمة بقتاده واليهودي. ﴿أويظلم نفسه﴾ بمايختص به، كالحلف الكاذب. وقيل: ومن يعمل سوءاً من ذنب دون الشرك، أويظلم نفسه بالشرك، وهذا بعث لطعمة على الاستغفار والتوبة لتلزمه الحجة، مع العلم بمايكون منه، أولقومه لما فرط منهم من نصرته والذب عنه۔ (الكشاف: ۱/۵٦۳)

ان دوآیات کریمہ کی تفسیر میں امام زمخشریؒ نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں: پہلی بات ﴿هاأنتم هؤلاء جادلتم﴾ کی اعرابی تحقیق، کہ ﴿هاأنتم﴾ اور ﴿هولاء﴾ دونوں میں "ها" حرف تنبیہ ہے، اور "أنتم" مبتدأ اور "أولاء" خبر ہے، اوراس کے بعدوالا جملہ ﴿جادلتم﴾، "أولاء" کے خبرواقع ہونے کا بیان ہے۔یعنی "جادلتم" کے ذریعے "أولاء" کا وہ وصف بتایا گیا، جس پر مخاطبین کوزجر کیا جارہا ہے، جیسے آپ کسی سخی شخص سے کہیں: "أنت حاتم، تجود بمالك وتؤثر على نفسك" تو "تجودبمالك وتؤثر على نفسك"، "حاتم" کے خبرواقع ہونے کا بیان ہے کہ "حاتم" سے مراداس کا وصف مشہور "جودوایثار" ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "أولاء" اسم موصول ہوبمعنی "الذين" اور ﴿جادلتم﴾ اس کا صلہ ہو۔بہرتقدیرآیت کے معنی یہ ہوں گے: "چلودنیا میں توتم لوگوں نے طعمہ اوراس کی برادری کی وکالت کرلی تو آخرت میں جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا عذاب سے مواخذہ کریں گے تو تب وہاں ان کی وکالت کون کرے گا"۔دوسری بات یہ کہ یہاں ﴿عنهم﴾ کے بجائے ایک قراءت "عنه" کی بھی ہے، جوحضرت عبداللہؓ کی قراءت ہے، اس میں ضمیر غائب کا مرجع "طعمہ بن ابیرق" ہے۔ تیسری بات ﴿وكيلا﴾ کے معنی بیان فرمائے، "اللہ تعالیٰ کے عذاب وانتقام سے بچانے والا"۔چوتھی بات یہ بیان فرمائی کہ ﴿ومن يعمل سوءاً﴾ سے متعدی برائی مراد ہے، جس کا ضرر دوسرے کوبھی پہنچے، جس طرح طعمہ بن ابیرق نے قتادہ اورزید بن یاسین یہودی کے ساتھ کیا اور ﴿يظلم نفسه﴾ سے مراد وہ برائی جس کا اثر صرف فاعل تک محدود ہوتا ہے جیسے جھوٹی قسم۔ایک قول یہ ہے کہ "سوء" سے مرادشرک کے علاوہ گناہ ہے، جب کہ ﴿يظلم نفسه﴾ سے شرک مراد ہے۔پانچویں بات یہ بیان فرمائی کہ ﴿ومن يظلم نفسه...... يجدالله غفوراً رحيماً﴾ سے طعمہ کواتمام حجت کی غرض سے استغفار وتوبہ کی تحریض دی جارہی ہے، یا اس کی برادری کوتوبہ واستغفار کی تحریض دی جارہی ہے، جنہوں نے بے جا طعمہ بن ابیرق کی حمایت وطرف داری کی...... امام نسفیؒ نے بھی ان آیات کریمہ کی

تفسیر میں یہی باتیں انہی تعبیرات کے ساتھ بالکل ادنی تغیر وتبدل اور معمولی تقدیم وتاخیر سے بیان کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ﴿هـاأنتـم هـؤلاء﴾ هاللتبنيه في "أنتم" و أولاء"، وهما مبتدأ وخبر. ﴿جـادلتم﴾ خاصمتم، وهـي جـملة مبينة لوقوع أولاء خبراً، كقولك لبعض الأسخياء: أنت حاتم، تجود بمالك، أو"أولاء" اسم موصول بمعنى الذين، و ﴿جادلتم﴾ صلته، والمعنى: هبوا أنكم خاصمتم ﴿عنهم﴾ عن طعمة وقومه ﴿في الحياة الدنيا فمن يجادل الله عنهم يوم القيامة ﴾ فمن يخاصم عنهم في الآخرة إذا أخذ هـم الـلـه بعذابه، وقرئ: "عنه"، أي: عن طعمة ﴿أم من يكون عليهم وكيلاً﴾ حافظاً ومحامياً من بـأس الـلـه وعذابه﴿ومن يعمل سوءاً﴾ ذنباً دون الشرك. ﴿أو يـظلم نفسه﴾ بالشرك، أو سوءاً قبيحاً يـتـعدى ضرره إلى الغير، كمافعل طعمة بقتادة واليهودي، ﴿أويظلم نفسه﴾ بمايختص به كالحلف الـكـاذب ﴿ثـم يسـتـغـفـر الله﴾ يسأل مغفرته ﴿يجدالله غفوراً رحيماً﴾ له، وهذا بعث لطعمة على الاستغفار والتوبة (مدارك التنزيل: ١/٣٤٧)

تفسیر بیضاوی سے استفادہ پر ایک نظر! اس امر میں کوئی شک نہیں کہ امام نسفیؒ نے امام بیضاویؒ کی تفسیر ''أنوار التزيل وأسرار التأويل'' سے استفادہ کیا ہے، دونوں تفاسیر کا باہمی موازنہ ومقارنہ کیا جائے تو حقیقت حال واضح ہوجاتی ہے، مگر تفسیر کشاف سے استفادہ کی نوعیت تفسیر بیضاوی سے استفادہ کی نوعیت سے مختلف ہے۔ تفسیر کشاف سے انہوں نے تعبیر ومعنی دونوں کا استفادہ کیا ہے، جب کہ تفسیر بیضاوی سے استفادہ کی نوعیت معنوی ہے، اکثر ایسا ہوگا کہ مضمون تو تفسیر بیضاوی کا ہوگا، مگر تعبیرات خود امام نسفیؒ کی ہوں گی اور ایسا بہت کم ہے کہ تعبیر ومضمون دونوں امام بیضاویؒ کے ہوں اور یہ کوئی معیوب بات بھی نہیں، تفاسیر میں، بل کہ شروح حدیث میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں، جن کے مضامین میں پچانوے فیصد یکسانیت نہ ہو، بل کہ اکثر تو کئی کتب تفسیر اور شروح حدیث کی کتب کی تعبیرات بھی بعینہ ایک جیسی ہوتی ہیں، (آپ تفسیر روح المعانی اور تفسیر ابی السعود کا موازنہ کریں، کئی کئی سطور کی تعبیرات میں توافق یا کم از کم تقارب آپ ضرور پائیں گے، کتب نحو کو لے لیں، ہم یقین سے کہتے ہیں، آپ ابن ہشام کی کتب اور دیگر کتب نحو کا مقارنہ کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے، الفیہ ابن مالک کی شرح الاشمونی کی ایک ایک صفحے میں کئی کئی سطور اور یہ سلسلہ کبھی کبھار صفحات تک بھی پہنچ جاتا ہے، ''مغني اللبيب'' سے بغیر حوالہ دیئے گئے لی گئی ہیں) یہاں ''التفسير والمفسرون'' (۱/۱۰۲) کے مصنف دکتور محمد حسین ذہبیؒ نے ''ومن تفسير البيضاوي أيضاً، حتى إنه ليأخذ عبارته بنصها أوقريباً منه، ويضمّنها تفسيره'' کہ کر مبالغہ سے کام لیا ہے، پھر اس کے محقق شیخ احمد زعبی نے بطور نمونہ ''سورة النجم'' کا جو حوالہ دیا ہے کہ دونوں تفاسیر میں تعبیرات ایک جیسی یا قریب قریب ہیں، یہ بھی مبالغہ ہے، ہم نے دونوں کا موازنہ کیا، تو دونوں کی عبارتوں میں کوئی ایسا توافق یا تقارب نہیں پایا،

جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ انہوں نے امام بیضاویؒ کی عبارتوں سے بکثرت استفادہ کیا ہے، ہاں مضمون میں توافق ضرور ہے، اور مضمون میں توافق تو ظاہر ہے کہ لامحالہ ہوگا، آخر دونوں تفسیر کی کتب ہیں، آیات کریمہ کی تفسیر میں ظاہر ہے یگانگت تو ہوگی ہی۔

ایک بجا شکایت! البتہ امام نسفیؒ سے یہ شکایت ہوسکتی ہے جو کہ بالکل بجا اور روا بھی ہے، کہ انہوں نے تفسیر کشاف سے اس قدر استفادہ کے باوجود نہ مقدمہ کتاب میں اس کا حوالہ دیا اور نہ درمیان کتاب میں۔ حالانکہ محتاط اندازے کے مطابق ان کی تفسیر کا اکثر حصہ، جو دو تہائی تک ہوسکتا ہے، تفسیر کشاف سے ماخوذ ہے، مضمون تو ہے ہی، تعبیرات بھی ''کشاف'' کی لی گئی ہیں، ہم ان پر خدانخواستہ کوئی تہمت نہیں لگانا چاہتے، مگر علمی دیانت کا یہ تقاضا پورا کرنے سے ان سے یقیناً فروگذاشت ہوئی ہے، اگر وہ یہ بات ذکر بھی کر دیتے تو اس سے ان کی علمی شان اور تفسیری کام کی اہمیت وعظمت میں کوئی کمی نہ آتی، کیا یہ چھوٹا کارنامہ ہے کہ تفسیر کشاف جو ایک عظیم الشان تفسیر ہے، اعتزالیات کی وجہ سے ''اچھوت'' بنی ہوئی تھی، انہوں نے اس کی اس طرح تلخیص، تسہیل اور تہذیب کی، کہ اس کی تمام خوبیاں بھی بخوبی سمیٹ لیں اور اعتزالیات کا گند بھی اس سے صاف کردیا، جس کے بعد اب بلاخوف وخطر ہر ایک اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ جعل الله فرطاته مغفورة وحسناته مشكورة، ورحمه رحمته للأبرار وحط عنه ثقل الأوزار۔

امام نسفیؒ کا اسلوب نگارش! ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ امام نسفیؒ کی یہ تفسیر دراصل امام زمخشریؒ کی ''الکشاف'' کی تہذیب، تلخیص اور تسہیل ہے، امام بیضاویؒ کی ''أنوار التنزیل'' بھی اس کا ایک بنیادی مأخذ ومصدر ہے، البتہ ''کشاف'' میں جو معتزلی افکار وعقائد ہیں، تفسیر نسفی ان سے پاک ہے، بل کہ ایسے مسائل میں وہ اہل حق کی ترجمانی کرتے ہوئے معتزلہ پر رد کرتے ہیں، مگر تفسیر کشاف کی باقی تمام خوبیاں انہوں نے اپنی تفسیر میں پروئی ہیں، جس کی تفصیل عنوان بہ عنوان آگے آرہی ہے، یہاں ہم قرآن کریم کی آیات وسور کی تفسیر میں امام نسفیؒ کے انداز نگارش پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

کسی بھی سورت کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے امام نسفیؒ اس سورت کے مکی ومدنی ہونے کی تعیین کرتے ہیں، کبھی کبھار سورت کے دیگر اسماء بھی ذکر کرتے ہیں، مگر بہت کم، اسی طرح سورت کے مکی ومدنی ہونے میں اگر اختلاف ہو تو بہت کم اسے ذکر کرتے ہیں، مگر ذکر کرنے کی صورت میں ''اصح'' قول کی تعیین بھی کرتے ہیں، اس کے لئے سورۃ فاتحہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں (مدارك التنزيل: ١/١٦)

اسی طرح آیات کی تعداد بھی اہتمام سے بیان کرتے ہیں اور سورت کے نزول کی ترتیب بھی بتاتے ہیں کہ یہ کس سورت کے بعد نازل ہوئی۔ سورت یا کسی آیت کا کوئی شان نزول ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، مگر اس کا اہتمام

نہیں کرتے، شاید ان کا بھی یہی موقف ہو کہ شانِ نزول، فہم قرآن کے لئے مضر ترین شئی ہے۔ نیز اگر کسی سورت کی کوئی فضیلت ہو تو اول یا آخر میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، مثلاً سورۃ فاتحہ کی فضیلت اول میں اور سورۃ البقرۃ، سورۃ الاخلاص وغیرہ کی فضیلت آخر میں انہوں نے ذکر کی ہے، یہ تو وہ کام ہیں جو وہ ہر سورت کی تفسیر میں کرتے ہیں۔

آیات کریمہ کی تفسیر میں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشکل الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں، نیز اگر کسی لفظ کے مرادی معنی، لغوی معنی کے علاوہ ہوں تو اسے بیان کرتے ہیں، ضمائر کے مرجع متعین کرتے ہیں اور اگر متعلقات مثلاً مفعول بہ، مفعول فیہ، جار مجرور، موصوف یا صفت، حال، ذوالحال، وغیرہ کے بغیر آیت کا مفہوم واضح نہ ہوتا ہو تو انہیں بھی ذکر کرتے ہیں، ساتھ ساتھ الفاظ کی اعرابی حالت بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں، بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیت کریمہ: ﴿فقضاهن سبع سماوات في يومين وأوحى في كل سماء أمرها وزيّنا السماء الدنيا بمصابيح وحفظاً ذلك تقدير العزيز العليم﴾ کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں:

﴿فقضاهن﴾ فأحكم خلقهن، قال: وعليهما مسرودتان قضاهما، والضمير يرجع الى السماء؛ لأن السماء للجنس، ويجوز أن يكون ضميراً مبهماً مفسراً بقوله: ﴿سبع سماوات﴾. والفرق بين النصبين في ﴿سبع سماوات﴾: أن الأول على الحال، والثاني على التميز ﴿في يومين﴾ في يوم الخميس والجمعة ﴿وأوحى في كل سماء أمرها﴾ ما أمر به فيها، ودبره من خلق الملائكة والنيران وغير ذلك ﴿وزينا السماء الدنيا﴾ القريبة من الأرض ﴿بمصابيح﴾ بكواكب ﴿وحفظاً﴾ وحفظنا ها من المسترقة بالكواكب حفظاً ﴿ذلك تقدير العزيز﴾ الغالب غير المغلوب ﴿العليم﴾ بمواقع الأمور (مدارك التنزيل: ۳/۵۵۷)...... اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے پانچ باتیں ذکر فرمائی ہیں: پہلی بات "قضی" کے معنی، ﴿هن﴾ ضمیر کا مرجع اور ﴿سبع سماوات﴾ کی اعرابی حالت۔ ﴿قضاهن﴾ کے معنی انہوں نے "أحكم خلقهن" سے بیان فرمائے، یعنی: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو مضبوط اور ٹھیک طور پر بنایا، پھر "قضاء" کے اس معنی پر بطور استشہاد شعر کا ایک مصرعہ پیش کیا: وعليهما مسرود تان قضاهما۔ ضمیر "هن" جو کہ مفعول بہ ہے، اس کا مرجع "السماء" قرار دیا، دونوں میں عدم مطابقت کا اعتراض دفع کرتے ہوئے کہا کہ "السماء" جنس ہے، جو قلیل وکثیر دونوں پر بولا جاتا ہے، لہٰذا اس کی طرف جمع کی ضمیر راجع کی جا سکتی ہے، نیز "هن" کے متعلق ایک اور احتمال بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ ضمیر مبہم بھی ہو سکتی ہے، جس کی تفسیر ﴿سبع سموات﴾ سے کی گئی ہے، پہلے احتمال کی صورت میں ﴿سبع سماوات﴾ کا نصب حال ہونے کی بناء پر ہوگا اور دوسرے احتمال کی صورت میں تمیز ہونے کی بناء پر۔ دوسری بات: "يومين" کا مصداق اور "ایحاء" اور "أمر" کی تفسیر بیان فرمائی،

چنانچہ فرمایا: ﴿یومین﴾ سے مراد جمعرات اور جمعہ ہیں، ''ما أمر به فیھا'' کہ کر اشارہ کر دیا کہ ''أمرھا'' میں ''أمر'' سے مراد مقابل نہی ہے اور ''ایحاء'' امر اور تکوین و تدبیر کے معنی میں ہے، پس آیت کا مطلب یہ ہوگا: اور اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس چیز کا تکوینی امر دیا جس کا اس نے ارادہ کیا اور حکم دیا تھا اور اس کا انتظام فرمایا مثلاً فرشتوں، آگ وغیرہ کو پیدا فرمایا، تیسری بات: ﴿الدنیا﴾ اور ﴿مصابیح﴾ کے معنی بیان فرمائے کہ ﴿الدنیا﴾ سے مراد ''القریبة من الارض'' ہے، یعنی زمین سے قریب والا آسمان اور ﴿مصابیح﴾ سے ''کواکب'' ستارے مراد ہیں، چوتھی بات: ﴿حفظاً﴾ کی اعرابی حیثیت کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مفعول مطلق ہونے یک بناء پر منصوب ہے، جس کا فعل مقدر ہے، اور تقدیری عبارت یوں ہے: ''وحفظناھا من المسترقة بالکواکب حفظاً''، یعنی: ''ہم نے زمین سے قریبی آسمان کو شمعوں کی مانند روشن ستاروں کے ذریعے شیاطین سے محفوظ کر دیا''۔ پانچویں بات: ﴿العزیز﴾ کے معنی بیان کیے۔ یعنی: جو ہر وقت غالب رہتا ہو کبھی مغلوب نہ ہوتا ہو اور ''بمواقع الأمور'' کہ کر ﴿العلیم﴾ کا متعلق بیان کر دیا یعنی ''ہر چیز کے موقع محل سے واقف''۔

اسی طرح اگر کسی لفظ یا آیت کی تفسیر میں اختلاف ہو تو اس کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، مگر عموماً زیادہ تفصیل و گہرائی میں نہیں جاتے، راجح قول عموماً پہلے ہی پیش کرتے ہیں۔ موقع بموقع قراءتوں کا اختلاف بھی بیان کرتے ہیں، آیات الاحکام سے مستنبط ہونے والے احکام و مسائل میں فقہاء وائمہ کے اختلاف کو بھی اجمالاً کرتے ہیں، بلاغی نکتے، اعرابی، لغوی اور صرفی مباحث کے بیان کا بھی اہتمام کرتے ہیں، آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فصحائے عرب کے اشعار بھی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں۔ فرق باطلہ کی موقع بموقع تردید کا موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ تفسیر کشاف میں امام زمخشریؒ نے آیات کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں جو بلاغی نکتے، محسنات بدیعیہ اور دیگر علمی فوائد ورموز ذکر کیے ہیں، امام نسفیؒ نے اپنی تفسیر میں ان تمام خوبیوں کو بخوبی سمویا ہے۔

تفسیر مدارک اور تفسیر بالرأی! اسی کالم میں ہم تفسیر قرطبی کے تعارف کے ذیل میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ قرآن کریم کی جتنی بھی تفاسیر لکھی گئی ہیں وہ سات اقسام سے باہر نہیں، (۱) تفاسیر لغویہ، (۲) عقلی و فلسفی تفاسیر، (۳) تفاسیر مبتدعہ، (۴) تاریخی تفاسیر، (۵) نقلی تفاسیر، (۶) تفاسیر بالرأی، (۷) فقہی تفاسیر...... تفسیر مدارک کا شمار تفاسیر بالرأی کے زمرے میں آتا ہے۔ تفسیر بالرأی کے لئے علماء نے پندرہ علوم میں مہارت کو شرط قرار دیا ہے اور ظاہر ہے امام نسفیؒ میں یہ شرط بدرجہ اتم واکمل پائی جاتی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆